AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کلامِ فرید میں اسلامی تلمیحات: ایک تحقیقی و تحلیلی مطالعہ

Islamic Allusions in the Poetry of Khwāja Ghulām Farīd: A Research and Analytical Study

Kazim Irfan
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan, Pakistan.

Abstract

Allusion (Talmīḥ) is an important literary and rhetorical device through which a poet evokes a well-known religious, historical, cultural, or literary event, personality, place, or text without narrating its complete background. The poetry of Khwāja Ghulām Farīd is particularly rich in Islamic and Qur'anic allusions. His Kāfīs frequently refer to Qur'anic narratives, Prophets, sacred places, Islamic rituals, eschatological concepts, and expressions associated with spiritual experience. These references are not merely ornamental devices; rather, they serve as significant vehicles for communicating theological, mystical, ethical, and cultural meanings. This study examines Islamic allusions in the poetry of Khwāja Ghulām Farīd through a descriptive, analytical, and intertextual approach. The discussion is divided into three major sections. The first explores the literary concept of Talmīḥ and its rhetorical and semantic functions in Farīd's poetry. The second analyses allusions related to Prophets and Qur'anic narratives, particularly Adam, Seth, Noah, Abraham, and Joseph. The third investigates allusions drawn from Qur'anic expressions, Islamic rituals, spiritual concepts, and sacred geography, including Sharāban Ṭahūrā, Naḥnu Aqrabu, Ṭawāf, and the sacred land of Ḥijāz. The study concludes that Islamic allusions constitute an essential dimension of Farīd's poetic discourse, connecting his mystical experience with Qur'anic memory, Islamic history, and the collective religious consciousness of his audience.

Keywords: Khwāja Ghulām Farīd, Islamic Allusions, Talmīḥ, Qur'anic Allusions, Sufi Poetry, Prophetic Narratives, Ḥijāz, Mysticism, Saraiki Literature.

تعارفِ موضوع

تلمیح علمِ ادب اور بلاغت کی ان اہم فنی صنعتوں میں شمار ہوتی ہے جن کے ذریعے شاعر کسی معروف مذہبی، تاریخی، ادبی، تہذیبی یا اساطیری واقعے، شخصیت، مقام یا روایت کی طرف مختصر اشارہ کر کے ایک وسیع معنوی پس منظر قاری کے ذہن میں متحرک کر دیتا ہے۔ اس فنی طریقِ اظہار کی اصل قوت اختصار اور معنی آفرینی میں مضمر ہے۔ شاعر کو پورا واقعہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ ایک لفظ، نام، مقام یا معروف ترکیب ہی قاری کو اس کے پس منظر تک پہنچا دیتی ہے۔

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ برصغیر کی صوفیانہ شعری روایت کی ایک ممتاز شخصیت ہیں۔ ان کے کلام میں مقامی تہذیب، سرائیکی زبان، صوفیانہ عشق، قرآنی تصورات، انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات اور اسلامی مقدسات ایک مربوط فکری نظام میں سامنے آتے ہیں۔ ان کی کافیوں میں حضرت آدم، حضرت شیث، حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضرت یوسف علیہم السلام سمیت متعدد انبیائی تلمیحات ملتی ہیں۔ اسی طرح "خمرِ طہور"، "نَحْنُ أَقْرَبُ"، طوافِ بیت اللہ اور "وطنِ حجاز" جیسی تراکیب اسلامی اور قرآنی تہذیبی حافظے کو ان کی شاعری کا حصہ بناتی ہیں۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کے ہاں تلمیح محض صنعتِ بدیع یا لفظی آرائش نہیں بلکہ ان کے فکری، روحانی اور صوفیانہ تجربے کی ترجمان ہے۔ وہ معروف قرآنی واقعے یا مذہبی علامت کو نئے شعری سیاق میں رکھ کر اسے محبت، فراق، قرب، توکل، معرفت اور روحانی طلب کے معانی عطا کرتے ہیں۔ زیرِ نظر تحقیق میں انہی تلمیحات کا ادبی، قرآنی، فکری اور صوفیانہ تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

مسئلۂ تحقیق

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کے کلام پر صوفیانہ، لسانی، تہذیبی اور فکری زاویوں سے متعدد مطالعات موجود ہیں، تاہم ان کی شاعری میں موجود اسلامی تلمیحات کو باقاعدہ موضوعاتی تقسیم کے ساتھ ان کے قرآنی پس منظر، ادبی کارکردگی اور صوفیانہ معنی آفرینی سے مربوط کرنا مزید تحقیق کا متقاضی ہے۔ بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ کلامِ فرید میں اسلامی تلمیحات کن صورتوں میں استعمال ہوئی ہیں، ان کا مذہبی و قرآنی پس منظر کیا ہے، اور خواجہ فرید رحمہ اللہ ان معروف اسلامی علامات کو اپنے صوفیانہ اظہار میں کس طرح نئی معنوی جہت عطا کرتے ہیں۔

مقاصدِ تحقیق

1۔ کلامِ فرید میں موجود اہم اسلامی اور قرآنی تلمیحات کی نشاندہی کرنا۔

2۔ ان تلمیحات کے قرآنی، تاریخی اور مذہبی پس منظر کا مطالعہ کرنا۔

3۔ انبیائے کرام علیہم السلام سے متعلق تلمیحات کے شعری اور صوفیانہ مفاہیم واضح کرنا۔

4۔ قرآنی تراکیب اور اسلامی شعائر کے تلمیحی استعمال کا جائزہ لینا۔

5۔ کلامِ فرید میں تلمیح کی بلاغی، تہذیبی اور معنی آفرین قوت کا تجزیہ کرنا۔

6۔ اسلامی تلمیحات اور خواجہ فرید رحمہ اللہ کے تصورِ عشق و معرفت کے باہمی تعلق کو واضح کرنا۔

منہجِ تحقیق

زیرِ نظر تحقیق میں توصیفی، تحلیلی اور بین المتونی منہج اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے مرحلے میں کلامِ فرید سے اہم اسلامی تلمیحات منتخب کی گئی ہیں۔ دوسرے مرحلے میں ان کا قرآن مجید اور متعلقہ اسلامی روایت کے ساتھ تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔ تیسرے مرحلے میں ان تلمیحات کے ادبی، بلاغی، صوفیانہ اور تہذیبی مفاہیم کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اصل شعری متن کے لیے خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کے Dīwān-i Khwājah Farīd کو بنیادی ماخذ تصور کیا گیا ہے، جبکہ قرآنی تلمیحات کے پس منظر کے لیے متعلقہ آیات کو بنیادی نص کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

مبحث اول: تلمیح کا ادبی و بلاغی تصور اور کلامِ فرید میں اس کی فنی معنویت

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کے کلام میں تلمیح کو سمجھنے کے لیے پہلے اس کے ادبی تصور، بلاغی وظیفے اور معنوی کارکردگی کو واضح کرنا ضروری ہے۔ تلمیح کا حسن اس بات میں ہے کہ شاعر مختصر لفظی ساخت کے اندر ایک وسیع تہذیبی اور مذہبی پس منظر منتقل کر دیتا ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کا قاری چونکہ اسلامی تاریخ، قرآن اور انبیائی قصص سے کسی حد تک واقف ہوتا ہے، اس لیے شاعر کا مختصر اشارہ ایک وسیع معنوی تجربے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

ا۔ تلمیح: مفہوم، اختصار اور معنی آفرینی

تلمیح کا بنیادی فنی اصول یہ ہے کہ شاعر پورا واقعہ بیان نہیں کرتا بلکہ اس کے کسی ایسے معروف جزو، نام یا علامت کا ذکر کرتا ہے جو قاری کو پورے واقعے تک پہنچا دے۔ خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ ایک ہی بند میں انسانی اور نبوی تاریخ کے متعدد ادوار کو جمع کر دیتے ہیں:

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

«کتھے آدم تے کتھے شیث بنے
کتھے نوح کتھاں طوفان آیا
کتھے ابراہیم خلیل بنے
کتھے یوسف وچ کنعان آیا»[1]

اس بند کی غیر معمولی بلاغی قوت یہ ہے کہ شاعر نے چار مختصر مصرعوں کے اندر انسانی و نبوی تاریخ کے کئی بڑے ادوار سمیٹ دیے ہیں۔ "آدم" سے تخلیقِ انسان، خلافت اور آغازِ نبوت؛ "شیث" سے استمرارِ ہدایت؛ "نوح" اور "طوفان" سے دعوت، انکار، عذاب اور نجات؛ "ابراہیم خلیل" سے توحید، قربانی اور خلت؛ جبکہ "یوسف" اور "کنعان" سے حسن، فراق، صبر اور وصال کی پوری داستان ذہن میں آجاتی ہے۔ شاعر ان واقعات میں سے کسی کی تفصیل نہیں بتاتا، کیونکہ تلمیح کا فنی حسن اسی میں ہے کہ قاری اپنی مذہبی واقفیت کی بنیاد پر باقی معنوی خلا خود مکمل کرے۔ اس طرح شعر یک طرفہ بیان کے بجائے شاعر اور قاری کے درمیان فکری شرکت پیدا کرتا ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کے ہاں یہی تکنیک ان کی مختصر کافی کو تاریخی، قرآنی اور صوفیانہ معنی کی کئی تہوں سے آراستہ کر دیتی ہے۔

خواجہ فرید رحمہ اللہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

«یار فرید عیاں بیانے
نَحْنُ أَقْرَبُ وچ فرقانے
ایہو عقیدہ دین ایمانے»[2]

"نَحْنُ أَقْرَبُ" صرف دو عربی الفاظ ہیں، لیکن قرآنی شعور رکھنے والے قاری کے لیے یہ پوری آیت اور اس کے سیاق کو ذہن میں تازہ کر دیتے ہیں۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ عبارت سورۃ ق میں انسان کی تخلیق، اس کے باطنی وسوسوں اور علمِ الٰہی کے بیان کے ضمن میں وارد ہوئی ہے۔ محض "نَحْنُ أَقْرَبُ" کہنے سے قربِ الٰہی، علمِ الٰہی اور باطنی نگرانی کے وسیع تصورات شعر میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہی تلمیح کی semantic economy ہے کہ کم سے کم الفاظ زیادہ سے زیادہ معنی منتقل کرتے ہیں۔ شاعر قرآنی عبارت کو اپنے کلام میں شامل کر کے اپنی صوفیانہ فکر کو بھی قرآنی حافظے کے ساتھ مربوط کرتا ہے۔ یہاں تلمیح محض زیبائش نہیں بلکہ استدلالی اور معنوی authority کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔

۲۔ قرآنی حافظہ اور تلمیحی ابلاغ

اسلامی تلمیح اس وقت پوری طرح مؤثر ہوتی ہے جب شاعر اور قاری کے درمیان قرآن، سیرت اور اسلامی تاریخ کا مشترکہ حافظہ موجود ہو۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ اسی مشترکہ مذہبی شعور سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] Khwājah Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd: Ba-Muṭābiq Qalamī Nuskhah-hā-yi Qadīm*, trans., ed., and critically revised by Khwājah Ṭāhir Maḥmūd Korejah (Lahore: al-Faiṣal, 2017), Kāfī No. 3.
[2] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 7.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

« خمر طہوروں پی پیمانے
تھیوسے عاشق مست یگانے »[3]

اس شعری ترکیب کا بنیادی قرآنی پس منظر یہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا﴾[4]

ترجمہ: اور ان کا رب انہیں نہایت پاکیزہ مشروب پلائے گا۔

قرآن میں "شراباً طھوراً" اہلِ جنت کے لیے ایک پاکیزہ انعام ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ اس قرآنی تصور کو "خمرِ طہور" کی شعری ترکیب میں منتقل کر کے اسے صوفیانہ عشق اور روحانی سرمستی کی علامت بناتے ہیں۔ قاری اگر قرآن کے اصل پس منظر سے آگاہ ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ شاعر دنیاوی شراب کا ذکر نہیں کر رہا، بلکہ پاکیزگی، روحانی لذت اور قربِ الٰہی کے مفہوم کو صوفیانہ رمز میں پیش کر رہا ہے۔ اس طرح قرآنی حافظہ تلمیح کے فہم کے لیے لازمی عنصر بن جاتا ہے۔ "پیمانہ"، "عاشق" اور "مست" جیسے صوفیانہ الفاظ قرآنی "طہور" کے ساتھ مل کر ایک نئی شعری معنویت تشکیل دیتے ہیں جس میں اخروی پاکیزگی اور باطنی عشق باہم مربوط ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح خواجہ فرید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« وہ سوہنا ڈھولن یار سجن
وہ سانول ہوت حجاز وطن »[5]

"حجاز وطن" محض جغرافیائی نام نہیں بلکہ اسلامی تہذیب کے اجتماعی حافظے میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت اللہ، مسجدِ نبویﷺ، ہجرت، وحی، صحابۂ کرام اور عہدِ رسالت سے وابستہ پوری تاریخ کا اشاریہ ہے۔ شاعر صرف "حجاز" کہتا ہے، لیکن اس لفظ کے ساتھ وابستہ مذہبی جذبات اور مقدس یادیں شعر کے اندر خود بخود متحرک ہو جاتی ہیں۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ اس تلمیح کو محبوبِ حقیقی اور محبوبِ رسولﷺ سے اپنی روحانی وابستگی کے اظہار کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ "وطن" کا اضافہ اس تعلق میں قرب، اپنائیت اور اشتیاق کا مفہوم پیدا کرتا ہے۔ یہ تلمیح اس بات کی مثال ہے کہ اسلامی جغرافیہ کس طرح صوفیانہ شاعری میں "روحانی جغرافیہ" بن جاتا ہے۔

قرآن مجید میں مکہ مکرمہ کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ﴾[6]

ترجمہ: اور اس امن والے شہر کی قسم۔

یہ قرآنی تعبیر "حجاز وطن" کی تلمیح کے مذہبی پس منظر کو مزید گہرا کرتی ہے۔ مکہ ایک معمولی شہر نہیں بلکہ وحی، توحید، بیت اللہ اور نبوی نسبت کا مرکز ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کے ہاں مقدس مقام کا ذکر مادی جغرافیہ سے آگے بڑھ کر قلبی وابستگی، روحانی طلب اور عشقِ رسولﷺ کی علامت بن جاتا ہے۔ شاعر کا حجاز کی طرف اشتیاق اس تہذیبی شعور کی نمائندگی کرتا ہے جس میں مقدس مقامات ایمان، تاریخ اور روحانیت تینوں کے مراکز ہوتے ہیں۔

---

[3] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 2.
[4] Al-Insān, 76:21.
[5] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 22.
[6] Al-Tīn, 95:3.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

۳۔اسلامی تلمیح اور صوفیانہ رمزیت

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کے ہاں اسلامی تلمیحات کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ قرآن اور اسلامی تاریخ کے واقعات کو صوفیانہ معنی آفرینی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔اس عمل میں اصل مذہبی واقعہ اپنی تاریخی حیثیت برقرار رکھتا ہے، مگر شعر کے اندر اسے باطنی تجربے کی نئی جہت بھی مل جاتی ہے۔

فرماتے ہیں:

«خمر طہوروں پی پیمانے
تھیوسے عاشق مست یگانے
بھل گئے صوم صلات دگانے
رندی مشرب سانگ رسایا»[7]

اس بند میں "خمر"، "پیمانہ"، "مستی" اور "رندی" کلاسیکی صوفیانہ شاعری کی علامتی لغت سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن "طہور" کا اضافہ انہیں براہِ راست قرآنی نسبت عطا کرتا ہے۔ یہاں ظاہری شراب مراد لینا خواجہ فرید رحمہ اللہ کے مجموعی مذہبی و صوفیانہ تناظر کے مطابق درست نہیں، بلکہ شاعر عشقِ الٰہی کے ایسے استغراق کو بیان کرتا ہے جس میں انسان اپنی معمول کی ذہنی کیفیت سے بلند محسوس کرتا ہے۔"صوم وصلات بھولنے" کو بھی شرعی فرائض کی نفی کے بجائے صوفیانہ مبالغہ، جذب اور استغراق کی شعری زبان میں سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔کلاسیکی صوفیانہ شاعری میں ایسی تعبیرات تجربۂ عشق کی شدت کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتی رہی ہیں۔خواجہ فرید رحمہ اللہ کی اہمیت یہ ہے کہ وہ اس علامتی روایت کو قرآنی "شراباً طھوراً" کے ساتھ مربوط کرتے ہیں، جس سے صوفیانہ مستی کو پاکیزگی، اخروی نعمت اور روحانی لذت کا مفہوم بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

خواجہ فرید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«نَحْنُ أَقْرَبُ وچ فرقانے»[8]

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾[9]

ترجمہ: اور ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

خواجہ فرید رحمہ اللہ کی صوفیانہ فکر میں قربِ الٰہی ایک بنیادی موضوع ہے۔"نَحْنُ أَقْرَبُ" کی تلمیح اس تصور کو قرآنی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ تاہم قرآنی سیاق میں قرب کو مادی فاصلہ نہیں سمجھا جاسکتا؛ اس سے علم، قدرت، احاطہ اور انسان کے ظاہر و باطن سے کامل آگہی مراد ہے۔ صوفیانہ شاعر اس قرآنی حقیقت کو بندے کی باطنی خدا آگہی، مراقبہ، محبت اور دائمی تعلق کے تجربے میں منتقل کرتا ہے۔ تلمیح کا فنی حسن یہ ہے کہ

[7] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 2.
[8] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 7.
[9] Qāf, 50:16.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

شاعر نے ایک پوری theological discussion کو دو الفاظ میں سمو دیا ہے۔ قاری قرآنی سیاق سے واقف ہو تو وہ اس مختصر ترکیب کے اندر علمِ الٰہی، باطنی مراقبہ اور روحانی قرب کے تمام مفاہیم محسوس کر سکتا ہے۔

مبحث دوم: کلامِ فرید میں انبیائے کرام علیہم السلام اور قرآنی قصص کی تلمیحات

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کے کلام میں انبیائے کرام علیہم السلام کی تلمیحات خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ انبیائی شخصیات کا ذکر محض تاریخی یاد دہانی نہیں بلکہ ہر نبی کی زندگی سے وابستہ ایک مخصوص دینی اور روحانی قدر کو شعر میں منتقل کرتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام آغازِ انسانیت، حضرت نوح علیہ السلام صبر و دعوت، حضرت ابراہیم علیہ السلام توحید و توکل اور حضرت یوسف علیہ السلام حسن، فراق اور صبر کی نمائندگی کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت آدم اور حضرت شیث علیہما السلام: تخلیقِ انسان اور تسلسلِ ہدایت

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«کتھے آدم تے کتھے شیث بنے»[10]

حضرت آدم علیہ السلام کا نام اسلامی تہذیبی حافظے میں صرف ایک تاریخی شخصیت کا نام نہیں، بلکہ تخلیقِ انسان، خلافتِ ارضی، علم، آزمائش، لغزش، توبہ اور آغازِ نبوت کے پورے سلسلے کی تلمیح ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ "آدم" کا نام استعمال کر کے اس وسیع قرآنی پس منظر کو اپنے شعر میں داخل کر دیتے ہیں۔ اسی مصرع میں حضرت شیث علیہ السلام کا ذکر انسانی نسل کے ساتھ ہدایت کے تسلسل کی علامت بن جاتا ہے۔ اسلامی تاریخی روایت میں حضرت شیث علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کے بعد صالح اور ہدایت کے حامل فرزند کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ شاعر کا دونوں ناموں کو ساتھ رکھنا آغازِ انسانیت اور استمرارِ ہدایت کے باہمی تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح ایک مختصر مصرع انسانی وجود کے جسمانی اور روحانی دونوں سفر کو ایک ساتھ نمایاں کرتا ہے۔ یہاں تلمیح تاریخ کو محض ماضی نہیں رہنے دیتی بلکہ اسے انسانی وجود کے مسلسل سفر کی علامت بنا دیتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾[11]

ترجمہ: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

یہ آیت حضرت آدم علیہ السلام کی تلمیح کے بنیادی قرآنی پس منظر کو واضح کرتی ہے۔ انسان کا وجود محض حیاتیاتی تخلیق نہیں بلکہ اس کے ساتھ ذمہ داری، اختیار اور امانت کا تصور وابستہ ہے۔ "خلیفہ" کا لفظ انسانی زندگی کو مقصدیت عطا کرتا ہے اور اسے اخلاقی و دینی ذمہ داری سے مربوط کرتا ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ جب آدم علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو قرآنی شعور رکھنے والا قاری اس مکمل تصورِ انسان کو شعر کے پس منظر میں محسوس کرتا ہے۔ صوفیانہ سطح پر بھی آدمی وجود ایک ایسی حقیقت بن جاتا ہے جو اپنی اصل، اپنے رب اور اپنے مقصد کی تلاش میں ہے۔ اس طرح تلمیح شعر کو فلسفۂ انسان اور روحانی معرفت کی سطح تک لے جاتی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن مجید فرماتا ہے:

---

[10] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 3.
[11] Al-Baqarah, 2:30.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾[12]

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

یہ قرآنی بیان حضرت آدم علیہ السلام کی تلمیح میں موجود انسانی وحدت کے مفہوم کو مزید نمایاں کرتا ہے۔ پوری انسانیت کی ایک مشترکہ اصل ہے، اس لیے نسل، زبان، قوم اور سماجی مرتبہ انسان کی حقیقی قدر کا حتمی معیار نہیں ہوسکتے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کی صوفیانہ شاعری میں بھی انسان کے ظاہری اختلافات کے پیچھے کسی بنیادی وحدت کی تلاش موجود ہے۔ آدم علیہ السلام کی تلمیح اس فکری رجحان کو اسلامی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ یوں ایک انبیائی نام انسانی تاریخ، روحانی اصل اور اخلاقی مساوات تینوں کا علامتی مرکز بن جاتا ہے۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام اور طوفان: دعوت، استقامت اور نجات

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«کتھے نوح کتھاں طوفان آیا»[13]

"نوح" اور "طوفان" کا اجتماع اسلامی تلمیح کی نہایت مؤثر مثال ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی پوری دعوت، ان کی قوم کا طویل انکار، کشتی کی تیاری، پانی کا عذاب، اہلِ ایمان کی نجات اور منکرین کا انجام دو مختصر الفاظ میں قاری کے ذہن میں متحرک ہو جاتے ہیں۔ شاعر واقعے کی تفصیل بیان نہیں کرتا، کیونکہ مذہبی حافظہ اس تفصیل کو پہلے ہی محفوظ رکھتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی شخصیت خصوصاً دعوت میں غیر معمولی استقامت کی علامت ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کے صوفیانہ تناظر میں "طوفان" خارجی واقعہ ہونے کے ساتھ انسانی زندگی کی آزمائش، عشق کی شدت اور روحانی انقلاب کی علامت بھی بن سکتا ہے۔ یہی تلمیح کا فنی کمال ہے کہ تاریخی معنی اپنی جگہ برقرار رہتا ہے، مگر شاعر اسے داخلی انسانی تجربے کے لیے بھی استعمال کر سکتا ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ﴾[14]

ترجمہ: بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو خبردار کرو۔

یہ آیت حضرت نوح علیہ السلام کی دعوتی شخصیت کو واضح کرتی ہے۔ ان کی تلمیح صرف طوفان اور عذاب تک محدود نہیں، بلکہ اس سے پہلے ایک نہایت طویل دعوتی جدوجہد موجود تھی۔ انہوں نے قوم کے مسلسل انکار کے باوجود دعوتِ توحید ترک نہیں کی۔ اس پہلو سے نوحی تلمیح صبر، امید اور استقامت کا استعارہ بن جاتی ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کے صوفیانہ فکر میں بھی طالبِ حق کو آزمائش، فراق اور مشکلات کے باوجود اپنی طلب برقرار رکھنا پڑتی ہے۔ نوح علیہ السلام کا نام اسی مستقل مزاجی کی مذہبی مثال فراہم کرتا ہے۔ شاعر ایک معروف نبی کی داستان کو مختصر اشارے سے اپنے روحانی موضوع کے ساتھ مربوط کر دیتا ہے۔

طوفان کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ۝ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا﴾[15]

---

[12] Al-Nisā', 4:1.
[13] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 3.
[14] Nūḥ, 71:1.
[15] Al-Qamar, 54:11–12.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ترجمہ: پھر ہم نے موسلا دھار پانی کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین کو چشموں سے پھاڑ دیا۔

یہ آیت "طوفان" کی تلمیح کے حقیقی قرآنی پس منظر کو واضح کرتی ہے۔ آسمان اور زمین دونوں سے پانی کا جاری ہونا ایک ہمہ گیر آزمائش اور الٰہی فیصلے کی تصویر ہے۔ ادبی سطح پر طوفان ایسی قوت کی علامت بن سکتا ہے جو موجودہ نظم کو تہ و بالا کر کے ایک نئی حالت پیدا کر دیتی ہے۔ صوفیانہ شاعری میں عشق بھی بعض اوقات اسی طرح انسان کے سابقہ وجود کو بدل دینے والی قوت کے طور پر پیش ہوتا ہے۔ تاہم خواجہ فرید رحمہ اللہ کے تلمیحی استعمال کی بنیاد قرآنی واقعہ ہی ہے، جسے شاعر معنوی توسیع کے ذریعے روحانی تجربے سے جوڑتا ہے۔

کشتی کے انجام کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ﴾[16]

ترجمہ: اور کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری۔

طوفانِ نوح صرف تباہی کی تلمیح نہیں، بلکہ نجات، اطاعت اور نئی ابتدا کی علامت بھی ہے۔ کشتی کا جودی پر ٹھہرنا آزمائش کے بعد استقرار، اضطراب کے بعد سکون اور ہلاکت کے درمیان ایمان کی حفاظت کی علامت ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کی شعری دنیا میں یہ معنوی جہت بہت اہم ہے، کیونکہ صوفیانہ سفر میں بھی فراق اور آزمائش کے بعد وصال یا باطنی سکون کی منزل کا تصور ملتا ہے۔ اس طرح "نوح" اور "طوفان" کی مختصر تلمیح میں آزمائش اور نجات دونوں کا مکمل روحانی نقشہ پوشیدہ ہے۔

۳۔ حضرت ابراہیم اور حضرت یوسف علیہما السلام: توحید، آزمائش، جمال اور فراق

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«کتھے ابراہیم خلیل بنے

کتھے یوسف وچ کنعان آیا»[17]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ "خلیل" کا استعمال محض صفت نہیں بلکہ براہِ راست قرآنی تلمیح ہے۔ اس ایک لفظ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحیدی جدوجہد، ہجرت، قربانی، آزمائش، تعمیرِ کعبہ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلق کا پورا پس منظر موجود ہے۔ دوسری طرف "یوسف" کے ساتھ "کنعان" حسن، جدائی، حضرت یعقوب علیہ السلام کے انتظار اور بالآخر وصال کی پوری داستان کو بیدار کر دیتا ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ ایک ہی شعری مقام پر توحید کے مجاہد اور جمال و فراق کے نبی کو جمع کر کے نبوی تاریخ کی دو مختلف روحانی جہات سامنے لاتے ہیں۔ ابراہیمی تلمیح میں قوت، قربانی اور استقامت ہے، جبکہ یوسفی تلمیح میں جمال، فراق، صبر اور وصال ہے۔ یہی تنوع خواجہ فرید رحمہ اللہ کے تلمیحی اسلوب کو وسیع معنوی قوت عطا کرتا ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾[18]

ترجمہ: اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا خاص دوست بنایا۔

---

[16] Hūd, 11:44.
[17] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 3.
[18] Al-Nisā', 4:125.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"خلیل" کی قرآنی تعبیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کو قربِ الٰہی کے ایک منفرد مقام سے وابستہ کرتی ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ چونکہ خود عشق اور قرب کے شاعر ہیں، اس لیے ابراہیم علیہ السلام کے لیے "خلیل" کا انتخاب ان کے صوفیانہ موضوع سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ خلت محض جذباتی محبت نہیں بلکہ وفاداری، اطاعت، قربانی اور توحید میں کامل ثابت قدمی کے بعد حاصل ہونے والا مقام ہے۔ شاعر کے لیے یہ صوفیانہ عشق کا مثالی نمونہ بن جاتا ہے۔ اس تلمیح کے ذریعے خواجہ فرید رحمہ اللہ یہ بھی اشارہ کرتے ہیں کہ حقیقی قرب صرف دعویٰ سے نہیں بلکہ آزمائش اور اطاعت کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خواجہ فرید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« ابراہیم اُڑاہ اُڑایو
باربرہوں سرچایا »[19]

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾[20]

ترجمہ: ہم نے کہا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

یہ واقعہ توحید، جرأت، کامل توکل اور الٰہی حفاظت کی نہایت طاقتور تلمیح ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے پورے سماجی نظام کو چیلنج کیا اور اس کے نتیجے میں آگ میں ڈالے جانے کی آزمائش پیش آئی۔ مگر جس آگ کو ان کے لیے تباہی کا ذریعہ بنایا گیا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سلامتی میں تبدیل ہو گئی۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کے صوفیانہ اسلوب میں یہ واقعہ عشق اور آزمائش کے تعلق کو سمجھنے کے لیے بھی موزوں علامت بنتا ہے۔ طالبِ حق آزمائش سے بچنے کے بجائے یقین، توکل اور استقامت کے ساتھ اس سے گزرتا ہے۔ یوں ابراہیمی تلمیح شعر میں محض قصۂ ماضی نہیں بلکہ روحانی courage اور self-surrender کا زندہ استعارہ بن جاتی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾[21]

ترجمہ: ہم آپ سے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کی تلمیح فارسی، اردو اور سرائیکی صوفیانہ شاعری میں غیر معمولی معنوی قوت رکھتی ہے۔ ان کی داستان میں حسن، محبت، حسد، کنواں، غلامی، آزمائش، پاک دامنی، زندان، اقتدار، فراق اور وصال جیسے کئی ایسے عناصر جمع ہیں جو صوفیانہ شعری تجربے کے لیے علامتی مواد فراہم کرتے ہیں۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ "یوسف" کے ساتھ "کنعان" کہہ کر خاص طور پر فراق اور انتظار کی جہت کو نمایاں کرتے ہیں۔ کنعان حضرت یعقوب علیہ السلام کی منتظر نگاہوں، محبوب کی جدائی اور امیدِ وصال کا مقام بن جاتا ہے۔ شاعر کے اپنے عشق و فراق کے موضوع کے لیے یہ تلمیح نہایت موزوں ہے۔ چند الفاظ میں ایک پوری روحانی نفسیات قاری کے سامنے آ جاتی ہے۔

---

[19] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 5.
[20] Al-Anbiyā', 21:69.
[21] Yūsuf, 12:3.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مبحث سوم: قرآنی تراکیب، اسلامی شعائر اور مقدس مقامات کی تلمیحات

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کے ہاں اسلامی تلمیحات صرف انبیائی واقعات تک محدود نہیں۔ قرآن کی مخصوص تراکیب، جنتی نعمتیں، اسلامی عبادات اور مقدس جغرافیہ بھی ان کے شعری اظہار کا حصہ بنتے ہیں۔ "خمرِ طہور" روحانی سرمستی، "نَحْنُ أَقْرَبُ" قربِ الٰہی، طواف مرکزیتِ توحید اور "حجاز و طن" عشقِ رسول ﷺ اور مقدس جغرافیے کی علامت بن جاتے ہیں۔

ا۔ خمرِ طہور: قرآنی نعمت اور صوفیانہ سرمستی

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« خمر طہوروں پی پیمانے
تھیوسے عاشق مست یگانے »[22]

یہ شعر قرآن کے "شراباً طہوراً" کو صوفیانہ شاعری کی علامتی لغت میں منتقل کرتا ہے۔ "خمر"، "پیمانہ" اور "مستی" فارسی و اردو صوفیانہ ادب کے معروف استعارے ہیں، لیکن خواجہ فرید رحمہ اللہ "طہور" کے ذریعے انہیں براہِ راست قرآنی نسبت عطا کرتے ہیں۔ اس نسبت سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں مقصد دنیاوی نشہ نہیں بلکہ روحانی سرور، پاکیزگی اور عشق کی کیفیت ہے۔ شاعر کے نزدیک عاشق ایسی باطنی لذت محسوس کرتا ہے جو اسے عام دنیاوی شعور سے بلند کر دیتی ہے۔ اس تلمیح کی بلاغی اہمیت یہ ہے کہ ایک ہی ترکیب میں جنت، پاکیزگی، عشق، سرور اور معرفت کے متعدد مفاہیم جمع ہو جاتے ہیں۔ یہی خواجہ فرید رحمہ اللہ کی معنی آفرینی ہے کہ قرآنی تصور کو صوفیانہ تجربے کے استعارے میں تبدیل کرتے ہوئے بھی اس کی پاکیزہ مذہبی بنیاد برقرار رکھتے ہیں۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا﴾[23]

ترجمہ: اور ان کا رب انہیں نہایت پاکیزہ مشروب پلائے گا۔

اس آیت میں جنتی مشروب کی نسبت براہِ راست "ربھم" کی طرف ہے، جو اس نعمت کی غیر معمولی قدر کو ظاہر کرتی ہے۔ "طہوراً" کے لفظ میں پاکیزگی کا مفہوم بنیادی ہے۔ دنیاوی شراب عقل اور جسم پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے، جبکہ جنتی مشروب ہر نقص سے پاک ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ اسی بنیادی تضاد کو صوفیانہ معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کی "خمرِ طہور" ایسی محبت کی علامت بن جاتی ہے جو انسان کو اخلاقی آلودگی سے دور اور خدا کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اس طرح قرآنی جنتی نعمت اور صوفیانہ روحانی کیفیت کے درمیان ایک بین المتونی ربط پیدا ہوتا ہے۔

قرآن مجید ایک اور مقام پر فرماتا ہے:

﴿يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ﴾[24]

ترجمہ: انہیں مہر لگی خالص شراب پلائی جائے گی۔

---

[22] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 2.
[23] Al-Insān, 76:21.
[24] Al-Muṭaffifīn, 83:25.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"رحیق مختوم" بھی جنتی پاکیزہ مشروب کی تصویر پیش کرتا ہے۔ اس آیت کو خواجہ فرید رحمہ اللہ کے "خمرِ طہور" کے ساتھ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی صوفیانہ علامت کی بنیاد قرآن کے وسیع جنتی imagery میں موجود ہے۔ اس imagery میں پاکیزگی، لذت، قرب اور دائمی نعمت مرکزی مفاہیم ہیں۔ صوفی شاعر انہی معانی کو باطنی تجربے کی سطح پر منتقل کر کے دنیا ہی میں عشقِ الٰہی کے روحانی ذوق کا استعارہ بناتا ہے۔ یوں "خمرِ طہور" ایک کامیاب اسلامی تلمیح ہے جو قرآن، صوفیانہ روایت اور شعری رمزیت کو ایک ہی مقام پر جمع کرتی ہے۔

۲۔ نَحْنُ أَقْرَبُ: قربِ الٰہی، علم اور باطنی معرفت

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« یار فرید عیاں بیانے
نَحْنُ أَقْرَبُ وچ فرقانے
ایہو عقیدہ دین ایمانے »[25]

خواجہ فرید رحمہ اللہ کے اس شعر میں "نَحْنُ أَقْرَبُ" قرآن سے براہِ راست اخذ کردہ تلمیح ہے۔ شاعر نے اس کے ساتھ "فرقانے" اور "دین ایمانے" کے الفاظ استعمال کر کے واضح کر دیا کہ ان کے تصورِ قرب کی بنیاد قرآن اور ایمان ہے۔ یہ نکتہ صوفیانہ تعبیر کے مطالعے میں خاص اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ قرب کو ایسے معنی نہیں دیے جاسکتے جو قرآن کے بنیادی تصورِ توحید سے متصادم ہوں۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کے لیے قرب انسان کے باطن سے اللہ تعالیٰ کی کامل آگہی، اس کی دائمی نگرانی اور بندے کی قلبی وابستگی کی کیفیت ہے۔ یہ تلمیح ان کے صوفیانہ تجربے کو قرآنی vocabulary فراہم کرتی ہے، جس کے نتیجے میں شعر میں ذاتی روحانی احساس اور وحی کے متن کے درمیان مضبوط ربط قائم ہوتا ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾[26]

ترجمہ: یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو اس کا نفس اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، اور ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

آیت کا پورا سیاق یہ واضح کرتا ہے کہ قرب کا ذکر علمِ الٰہی کے ساتھ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف انسان کے خارجی اعمال بلکہ اس کے نفس کے اندر پیدا ہونے والے خیالات تک سے واقف ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ "نحن اقرب" کو استعمال کر کے اسی دائمی خدا آگہی کو اپنے صوفیانہ شعور کا حصہ بناتے ہیں۔ اس تصور کا تربیتی نتیجہ مراقبہ، اخلاص اور باطنی تطہیر ہے۔ انسان جب یہ شعور رکھے کہ اس کا رب اس کے ظاہر و باطن سے مکمل طور پر واقف ہے تو اس کی دینی زندگی صرف خارجی اعمال تک محدود نہیں رہتی بلکہ نیت اور باطن بھی اہم ہو جاتے ہیں۔ یہی معنی صوفیانہ تزکیہ اور قرآنی اخلاق کے درمیان رابطہ قائم کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾[27]

---

[25] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 7.
[26] Qāf, 50:16.
[27] Al-Baqarah, 2:186.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ترجمہ: بے شک میں قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

یہ آیت قربِ الٰہی کو دعا اور بندگی کے عملی تعلق سے جوڑتی ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کے صوفیانہ تصور میں محبوب دور نہیں بلکہ بندے کے ساتھ تعلق رکھنے والی زندہ حقیقت ہے۔ قرآن قرب کو محض فلسفیانہ تصور نہیں رہنے دیتا بلکہ اسے دعا، جواب، اطاعت اور ایمان سے مربوط کرتا ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کا "نحن اقرب" اسی قرآنی قرب کو عشق و معرفت کی زبان میں بیان کرتا ہے۔ یوں ان کی تلمیح قرآن کے مفہوم کو شعری اور جذباتی قوت عطا کرتی ہے، جبکہ قرآن ان کی صوفیانہ تعبیر کو theological grounding فراہم کرتا ہے۔

۳۔ طوافِ بیت اللہ اور وطنِ حجاز: شعائرِ اسلام، مقدس جغرافیہ اور عشقِ رسول ﷺ

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کی ایک کافی میں طواف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے الفاظ آتے ہیں:

«وَنج کھوسوں طوف دے دھکے»[28]

یہاں "طوف" یا طواف بیت اللہ کے عظیم اسلامی شعار کی تلمیح ہے۔ طواف کے ذکر سے قاری کے ذہن میں خانۂ کعبہ، حج، عمرہ، احرام، حرم اور بندگی کی پوری فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ طواف ایک ایسی عبادت ہے جس میں انسان ایک مرکز کے گرد مسلسل گردش کرتا ہے۔ صوفیانہ interpretation میں یہ مرکزیت انسان کی تمام خواہشات اور توجہات کو ایک مرکز یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف لوٹانے کی علامت بن سکتی ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ طواف کو اپنی شعری زبان میں شامل کر کے عشق کے سفر کو اسلامی شعائر کے مقدس imagery کے ساتھ مربوط کرتے ہیں۔ اس سے ان کی مقامی سرائیکی شاعری عالمی اسلامی عبادتی تجربے سے جڑ جاتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾[29]

ترجمہ: اور انہیں اس قدیم گھر کا طواف کرنا چاہیے۔

یہ آیت طواف کے شرعی اور قرآنی پس منظر کو واضح کرتی ہے۔ بیت العتیق کے گرد طواف ایک جسمانی حرکت ہونے کے باوجود نہایت گہرا روحانی مفہوم رکھتا ہے۔ اس میں بندہ اپنی ذات، مقام، زبان اور قومیت سے بالاتر ہو کر ایک ہی مقدس مرکز سے وابستہ ہوتا ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کے ہاں طواف کی تلمیح عشق کی مرکزیت سے بھی مناسبت رکھتی ہے: جس طرح حاجی کعبہ کے گرد گردش کرتا ہے، اسی طرح عاشق کی توجہ اپنے محبوب کے گرد مرکوز ہو جاتی ہے۔ تاہم اسلامی صوفیانہ تعبیر میں یہ تشبیہ ہمیشہ توحید اور شرعی شعور کے اندر رہتی ہے۔ اس طرح طواف کی تلمیح عبادت، محبت اور وحدت کے مفاہیم کو ایک مختصر شعری اشارے میں جمع کر دیتی ہے۔

خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«وہ سوہنا ڈھولن یار سجن
وہ سانول ہوت حجاز وطن

[28] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 1.
[29] Al-Ḥajj, 22:29.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اڈیکھ فرید دا بیت حزن

ہم روز ازل دی تانگھ طلب »[30]

یہ بند کلامِ فرید میں اسلامی مقدس جغرافیے کی ایک نہایت خوبصورت مثال ہے۔ "حجاز و طن" رسول اکرم ﷺ کے وطن اور حرمین شریفین کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہاں حجاز محض خطۂ عرب نہیں بلکہ عشقِ رسول ﷺ، وحی، زیارت اور قلبی سکون کا مرکز ہے۔ "بیت حزن" کی ترکیب شاعر کی داخلی کیفیتِ فراق کو نمایاں کرتی ہے، جبکہ "تانگھ طلب" اس دیرینہ آرزو کو ظاہر کرتی ہے جو محبوب کے دیار کی زیارت سے وابستہ ہے۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کے ہاں حجاز ایک ایسی spiritual geography بن جاتا ہے جس کی طرف جسمانی سفر سے پہلے دل کا سفر ہوتا ہے۔ اس تلمیح میں مقامی سرائیکی صوفی کی آواز اور پوری امت کے مقدس جغرافیائی شعور کے درمیان ایک خوبصورت ربط قائم ہو جاتا ہے۔

حاصلِ بحث

زیرِ نظر مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کے کلام میں اسلامی تلمیحات محض صنعتِ بدیع یا شعری آرائش کا ذریعہ نہیں بلکہ ان کی فکری اور صوفیانہ زبان کا بنیادی حصہ ہیں۔ وہ قرآن مجید، انبیائے کرام علیہم السلام، اسلامی واقعات، عبادات اور مقدس مقامات سے ایسے معروف اشارات منتخب کرتے ہیں جو قاری کے مذہبی اور تہذیبی حافظے میں پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ اس طرح چند الفاظ کے اندر وسیع معانی منتقل ہو جاتے ہیں۔

حضرت آدم اور حضرت شیث علیہما السلام کی تلمیحات آغازِ انسانیت اور ہدایت کے تسلسل کو، حضرت نوح علیہ السلام کی تلمیح دعوت، استقامت، آزمائش اور نجات کو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تلمیح توحید، خلت، توکل اور آزمائش کو، جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام اور کنعان کی تلمیح حسن، فراق، صبر اور وصال کو شعری سطح پر فعال کرتی ہے۔

اسی طرح "خمرِ طہور" قرآن کی جنتی پاکیزگی کو صوفیانہ سرمستی، "نَحْنُ أَقْرَبُ" علم و قربِ الٰہی کو باطنی معرفت، طواف بیت اللہ توحیدی مرکزیت کو روحانی گردش اور "حجاز و طن" مقدس اسلامی جغرافیے کو عشقِ رسول ﷺ، زیارت اور قلبی طلب کے مفاہیم سے مربوط کرتا ہے۔

کلامِ فرید کی اسلامی تلمیحات یہ بھی ثابت کرتی ہیں کہ خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کی شاعری مقامی زبان اور ثقافت میں ہوتے ہوئے بھی اپنے فکری سرچشموں کے اعتبار سے قرآن، اسلامی تاریخ اور مسلم صوفیانہ روایت سے گہری وابستگی رکھتی ہے۔ ان کے ہاں تلمیح شاعر، مذہبی متن اور قاری کے درمیان ایک تخلیقی مکالمہ پیدا کرتی ہے۔ یہی عنصر ان کی شاعری کو فکری تہ داری، روحانی اثر اور تہذیبی وسعت عطا کرتا ہے۔

تجاویز

1۔ کلامِ فرید میں تمام قرآنی تلمیحات کی مستقل فہرست اور موضوعاتی اشاریہ تیار کیا جائے۔

2۔ انبیائے کرام علیہم السلام سے متعلق تلمیحات کا مکمل قرآنی اور تفسیری مطالعہ کیا جائے۔

3۔ کلامِ فرید میں استعمال ہونے والی قرآنی تراکیب اور اقتباسات کی لغوی و بین المتونی تحقیق کی جائے۔

4۔ خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کی اسلامی تلمیحات کا مولانا روم، حافظ شیرازی، بلھے شاہ اور دیگر صوفی شعراء کے ساتھ تقابلی مطالعہ کیا جائے۔

5۔ "خمر"، "پیمانہ"، "مستی"، "رندی" اور دیگر صوفیانہ علامات کے اسلامی اور ادبی مفاہیم پر الگ تحقیق کی جائے۔

[30] Ghulām Farīd, *Dīwān-i Khwājah Farīd*, Kāfī No. 22.

6۔ کلامِ فرید میں حضرت ابراہیم اور حضرت یوسف علیہما السلام کی تلمیحات کے صوفیانہ استعمال پر مستقل مطالعہ کیا جائے۔

7۔ خواجہ فرید رحمہ اللہ کے کلام میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، حجاز اور بیت اللہ سے متعلق مقدس جغرافیے کا جامع تجزیہ کیا جائے۔

8۔ کلامِ فرید کے مختلف مطبوعہ اور قلمی نسخوں کا تقابل کر کے تلمیحی اشعار کی textual criticism کی جائے۔

9۔ سرائیکی صوفیانہ شاعری میں اسلامی تلمیح کی عمومی روایت اور کلامِ فرید کے امتیازات کو مستقل تحقیقی موضوع بنایا جائے۔

10۔ کلامِ فرید کے مستند تنقیدی ایڈیشن کی بنیاد پر تمام اشعار کے کافی نمبر، صفحات اور اختلافِ نسخ کو آئندہ تحقیقات میں لازماً درج کیا جائے۔

Bibliography

Al-Qurʾān al-Karīm.

Farīd, Khwājah Ghulām. *Dīwān-i Khwājah Farīd: Ba-Muṭābiq Qalamī Nuskhah-hā-yi Qadīm*. Translated, edited, and critically revised by Khwājah Ṭāhir Maḥmūd Korejah. Lahore: al-Faiṣal, 2017.